آیہ مودت: ایک حاصل مطالعہ

ڈاکٹر فدا حسین عابدی*

Abstract

The verse of Mawaddah or the verse of love is a famous verse in the holy Quran in which Muslims have been ordered by Allah to love the near relatives of the holy Prophet (pbuh). Though Shia and Sunni ulama are at variance about who are the masadiq (instances) of this verse, but they all agree that the love of Ahlul Bayt is a religious duty upon all Muslims. Even those, who deny that this verse spotlights the lofty position of the Ahlul Bayt, say that showing affection to the Ahlul Bayt is incumbent upon Muslims. Shia researchers and thinkers establish from this verse the evidence of the infallibility of the Ahlul Bayt, necessity of following their path and showing affection to them. Loving the Ahlul Bayt is a point of concord between Shias and Sunnis and this can help solving lot of jurisprudential and doctrinal matters. Keeping this objective in mind, an effort has been made in light of the verse of Mawaddah in this research paper to present an analytical study of the important issues relating to common beliefs of both the Shia and Sunni faiths. The paper consists of two parts. The first part deals with the beliefs of Shia muffasirin (exegetes) and scholars and the other part is based on the beliefs and arguments presented by Sunni mufassirin and scholars.

Key words: Love, Kinship, Goodness, Reward, Following, Infallibility

اشاریہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَ مَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًاإِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کردیں گے کہ بیشک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدرداں ہے۔[1]

* فیکلٹی ممبر شعبہ تفسیر وعلوم قرآن جامعۃ المصطفی العالمیہ

آیت مودت سورہ شوریٰ کی تیئسویں آیت ہے جس میں امت اسلامی سے اہل بیت رسول علیہم السلام سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ اس آیت کے جزئیات میں شیعہ اور اہل سنت کا اختلاف ہے لیکن وجوب مودت پر سب کا اتفاق ہے یہاں تک کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آیت مودت، اہل بیت کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے وہ بھی مودت اہل بیت کے واجب ہونے کے معترف ہیں۔ شیعہ دانشوروں نے آیت مودت کو وجوب مودت، وجوب اطاعت، عصمت اہل بیت پر محکم دلیل قرار دیا ہے۔ مودت اہل بیت، شیعہ اور اہل سنت کا مشترکہ مسئلہ ہے اور یہی نکتہ اسلامی اتحاد کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے لہذا اس مقالے میں آیت مودت کے ذیل میں شیعہ اور اہل سنت کے مشترک نظریات کو جمع کر کے اہم نکات کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ شیعہ مفسرین اور دانشوروں کے نظریات پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصے میں اہل سنت مفسرین اور دانشوروں کے نظریات پر مبنی اہم نکات پیش کئے گئے ہیں۔

اہم الفاظ کے معانی

القربیٰ

ابن منظور لکھتے ہیں کہ ''قربیٰ''، ''قُرب'' سے ہے اور ''قُرب''، ''بُعد'' کی ضد ہے جس کے معنیٰ قریب اور نزدیک کے ہیں'' قرب الشئ'' یعنی اس چیز کے نزدیک۔ ''القرابۃ'' اور ''القربیٰ'' نسب میں قریب ہونے کے معنی میں ہے۔ قربیٰ اصل میں مصدر ہے اور قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کے معنی یہ ہیں: میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔[۲]

ابن منظور کی طرح دوسرے اہل لغت نے بھی '' قربیٰ'' کے معنیٰ رشتہ داری اور نَسب کے لیے ہیں۔[۳]

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے جن مقامات پر اس آیت کے ذریعے احتجاج کیا ہے ان میں بھی ''قربیٰ'' سے خاندان عصمت وطہارت مراد لیا ہے۔ جب حاکم وقت نے فدک پر قبضہ کیا تو، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کچھ یوں فرمایا: اما فدك فانّ الله عزّوجلّ انزل علي نبيّه قرآناً يأمره فيه بأن يؤتيني و ولدي حقي قال الله تعالي:"وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّه" فكنت و ولدي اقرب الخلائق الي رسول الله فنحلني و ولدي فدكا[۴] مگر مسئلہ فدک یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے اپنے رسول پر وحی نازل کی اور فرمایا: وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ، رشتہ داروں کے حق کو ادا کرو۔ پس رسول خداﷺ کے

سب سے نزدیک میں اور میرے بچے ہیں لہذا فدک مجھے اور میرے بچوں کے حوالے کیا جائے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا: فما كان لله فهو لرسوله و كان لرسوله فهو الذي القربي و نحن ذوالقربي قال الله تعالي: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى [5] جو کچھ خدا کا ہے وہ اس کے رسول کا ہے اور جو کچھ رسول کا ہے وہ ذوی القربی کا ہے اور ذوالقربی ہم ہیں، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ---

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی آیت مودت سے استدلال فرمایا ہے جسے اہل سنت کے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت علیہم السلام کو اسیر کر کے شام لے جایا گیا تو ایک شامی نے امام اور اسیروں کی توہین کرنا چاہا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے ؟اس نے اثبات میں سر ہلایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی بھی تلاوت کی ہے ؟ جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا: ''قربیٰ'' سے مراد ہم ہی ہیں۔

مذکورہ شواہد کے مطابق آیت مودت میں ''القربیٰ'' سے مراد اہل بیت علیہم السلام ہیں جو اس آیت کا کامل مصداق ہیں۔البتہ اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے مصداق میں بھی شیعہ اور اہل سنت مفسرین اور دانشوروں میں اختلاف ہے۔

''اہل ''ان الفاظ میں سے ہے جو کسی اور لفظ کی طرف اضافہ کرنے کی صورت میں معنیٰ دیتا ہے جیسے ''اہل القری'' یعنی اس شہر کے رہنے والے یا ''اہل کتاب'' اس کتاب کے ماننے والے اسی طرح ''اہل الرجل'' اس مرد کے گھر والے۔

راغب اصفہانی نے اہل بیت کی اس طرح وضاحت کی ہے: ''اہل الرجل'' وہ افراد جو نسبی یا دینی یا کسی اور اعتبار سے اس شخص سے مربوط ہوں تو اس لحاظ سے ان افراد کو اس کے اہل خانہ کہا جاتا ہے۔اصل میں ''اہل الرجل'' یا ''اہل البیت'' ان افراد کو کہا جاتا ہے جو ایک گھر میں زندگی کریں پھر اس کے معنیٰ میں وسعت آگئی اور جو افراد ایک گھر میں نسبی اعتبار سے جمع ہو جائیں ان پر ''اہل بیت'' کا اطلاق ہونے لگا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ اصطلاح خاندان رسالت کا مخصوص نام بن گئی ہے اور اسی نام سے یہ خاندان پہچانا جاتا ہے [6] جیسا کہ آیت تطہیر میں بھی آیا ہے: إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً. [7]

ابن منظور کا کہنا ہے کہ کسی شخص کے ساتھ مربوط مخصوص افراد کو ''اھل'' کہا جاتا ہے اھل ای اخص الناس بہ [۸] مگر ''آل نبی'' کون ہیں؟ دانشوروں کے درمیان اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے: آل النبی من اتبعہ قرابۃ او غیر قرابۃ آل نبی وہ افراد ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی پیروی کریں خواہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار۔ بعض دوسرے دانشوروں کا کہنا ہے کہ ''آل النبی'' وہ افراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہو جیساکہ امام شافعی نے کہا ہے: آل محمد ھم الذین حرمت علیھم الصدقۃ وعوّضوا عنھا الخمس آل محمد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہوا ہے اور اس کے بدلے میں خمس ان کے لئے واجب قرار دیا گیا ہے۔[۹]

اصل کے اعتبار سے ''آل'' اور ''اہل'' ایک اصل سے ہیں ''اھل'' میں جو ''ھا'' ہے وہ ہمزہ میں بدل گئی ہے اس لئے کہ ''آل'' کی تصغیر ''اُھیل'' ہے۔ البتہ استعمال کے لحاظ سے ان دونوں میں فرق پایا جاتا ہے چونکہ ''آل'' غالباً معروف ناموں کے لئے استعمال ہوتی ہے اور اس کا اضافہ مجہول یا زمان ومکان کی طرف صحیح نہیں ہے مثلاً ''آل رجل'' یا ''آل زمان و مکان'' کہنا صحیح نہیں ہے جبکہ ''اھل'' عام ہے اور معرفہ، نکرہ، زمان اور مکان ہر ایک کی طرف اضافہ کرنا صحیح ہے مثلاً اہل زمان، اہل مکان اور اہل اللہ کہا جاسکتا ہے۔

''اہل'' اور ''آل'' مشترک الفاظ میں سے ہیں اور کلام عرب میں مشترک الفاظ کو کسی خاص معنیٰ میں استعمال کرنے کے لیے جواز کی ضرورت ہوتی ہے اہل لغت نے ''اہل البیت'' کے معنیٰ کو اپنے سلیقہ کے مطابق بیان کیا ہے لہذا غالبا انھوں نے ''بیت'' کو گھر کے معنیٰ میں لیا ہے اور جو افراد اس میں ساکن ہیں انہیں ''اہل بیت'' میں شمار کیا ہے جبکہ قرآن اور سنت میں ''اہل بیت'' کے مصادیق مشخص کرنے کے لئے متعدد قرینے موجود ہیں لہذا ہمیں ان قرائن کی روشنی میں ''اہل بیت'' کے مصادیق کو بیان کرنا ہوگا۔ ''اہل بیت'' ایک قرآنی اصطلاح ہے اور یہ حقیقت شرعیہ بن گئی ہے لہذا اسے قرآن وسنت ہی کے ذریعے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں دو مرتبہ لفظ ''اہل البیت'' [۱۰] اور ایک مرتبہ ''اہل بیت'' [۱۱] آیا ہے۔

آیت تطہیر کی تفسیر میں بہت سی روایات شیعہ اور اہل سنت کے مفسرین نے نقل کی ہیں ان روایات کی روشنی میں صرف خاندان عصمت کے مخصوص افراد اس آیت کے مصداق ہیں۔ جیساکہ اہل سنت کے مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے کہ: عطا ابن یسار نے ام سلمہ سے روایت کی ہے '' آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی اور رسول خدا ﷺ نے مجھے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلانے بھیجا اور جب سب جمع ہوگئے تو فرمایا: ''یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' '' [۱۲]

اسی طرح صفیہ بنت شیبہ نے جناب عائشہ سے روایت کی ہے: ''مباھلہ کے دن رسول خدا ﷺ گھر سے اس طرح نکلے کہ آپ کے دوش مبارک پر ایک کالی چادر تھی جب حسنین علیہم السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام آ گئے تو انہیں چادر میں داخل کر دیا اور آیت تطہیر کی تلاوت کی۔''[۱۳]

اجر

راغب اصفہانی کا کہنا ہے کہ ''اجر'' اور ''اجرت'' اس مزدوری کے معنی میں ہے جو دنیوی یا اخروی کام پر دی جاتی ہے البتہ اجر اور اجرت میں یہ فرق ہے کہ اجر دنیوی اور اخروی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن اجرت صرف دنیوی کاموں کے عوض دی جاتی ہے۔[۱۴]

پس اجر کی ہم یوں تعریف کر سکتے ہیں کہ کسی اچھے عمل کے بدلے میں - خواہ وہ عمل دنیوی ہو یا اخروی - حاصل کئے جانے والے عوض (اجرت) کو ''اجر'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ وَآتَيْنَاه أَجْرَه فِي الدُّنْيَا وَإِنَّه فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ[۱۵] دنیوی اجرت کی طرف اشارہ ہے: وَ الاجْرُ آلاخِرةُ خَير[۱۶] اخروی ثواب کی طرف اشارہ ہے۔ جب ''اجر'' کا اطلاق اجرت دنیوی اور اخروی دونوں پر ہوتا ہے تو جن آیات میں انبیاء نے اجر کی نفی کی ہے یہ قرینہ ہے کہ ان کا مقصود دنیوی اور مادی اجرت ہے اور مودت قربٰی کے ضمن میں جس اجر کا تقاضا کیا گیا ہے وہ صوری (ظاہری) اجر ہے چونکہ اجر حقیقت میں اس بدلے کو کہا جاتا ہے کہ کام کرنے والے کو اس سے کوئی نفع حاصل ہو جائے جبکہ ہمارا اہل بیت سے مودت کرنا، رسول خدا کو کوئی نہیں پہنچا رہا ہے بلکہ اہل بیت سے محبت اور مودت کرنا ہمارے نفع میں ہے کیونکہ مودت قربٰی ہماری نجات کا باعث ہے۔ مودت قربٰی کو اجر قرار دینا اس طرح ہے کہ ایک ڈاکٹر اپنے مریض سے کہے کہ میں تم سے فیس نہیں لیتا جو نسخہ میں تمہیں دے رہا ہوں اس پر عمل کرو تو یہی میرے لئے کافی ہے نسخہ پر عمل کرنے سے ڈاکٹر کو کچھ نہیں ملے گا سارا فائدہ مریض کو ہی ملے ہوگا۔

قرآن مجید میں اجر سے مربوط آیتیں ۱۰۷ کے قریب ہیں ان میں سے بعض میں اجر کی نفی ہوئی ہے بعض میں اجر کے معاملے کو خدا پر چھوڑ دیا ہے اور بعض میں اشارہ ملتا ہے کہ اجر رسالت کا فائدہ لوگوں کے لئے ہے اور آیت مودت میں صراحت کے ساتھ امت سے اجر رسالت کا تقاضا کیا گیا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے جن آیات میں اجر رسالت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد مادی اجرت ہے اور جس کا کسی بھی نبی نے تقاضا نہیں کیا ہے۔ اور آیت مودت میں مودت کو اجر قرار دیا گیا ہے یہ در حقیقت راہ رسالت پر گامزن ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

الاّ

عربی میں ''الّا'' استثناء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی یہ ''لکن'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ ''الا'' کو استثنا کے معنی میں استعمال کرنے سے قاصر ہو۔ بطور کلی ''الّا'' کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ استثنائے متصل: یہ اس وقت ہے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے جنس سے ہو جیسے: جاءني القوم الا زيداً.

۲۔ استثنائے منقطع: جب مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے جنس سے خارج ہو تو اسے استثنائے منقطع کہا جاتا ہے: فَسَجَدَ الْمَلآئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلاَّ إِبْلِيسَ.[۱۷]

آیت مودت میں جو ''الّا'' ہے محققین کے درمیان اختلاف ہے کہ ''الّاالمودة في القربي'' میں مستثني متصل ہے یا منقطع؟ ان دونوں میں سے جسے بھی تسلیم کیا جائے آیت کی تفسیر اور اس کے معنیٰ مختلف ہوں گے۔ شیعہ اور اہل سنت کے مفسرین دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں اہل سنت کے اکثر مفسرین قائل ہیں کہ ''الّا'' منقطع ہے اس وقت آیت کا معنی اس طرح سے ہوگا: قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى یعنی لكنّي اذكركم المودة في القربي یا لا اسألكم اجراً قطّ و لكنّي اسألكم ان تودوا قرابتي اور جنہوں نے ''الّا'' کو متصل قرار دیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ اس وقت آیت کا معنی یوں ہوگا: قل لا اسألكم عليه اجراً الا هذا و هو ان تودوا اهل قرابتي[۱۸] جو لوگ تاکید کرتے ہیں کہ ''الّا'' متصل نہیں ہے وہ اس احتمال سے فرار ہونا چاہتے ہیں کہ ''الّا'' کو متصل ماننے کی صورت میں مودت قربیٰ اجر رسالت کے بدلے میں قرار پائے گی اس صورت میں لازم آئے گا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیا کے برخلاف امت سے اجر رسالت کا تقاضا کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

لیکن ان کے مقابلے میں جو افراد ''الّا'' کو متصل مانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ:

اولاً: قواعد عربي کے مطابق ''الّا'' کی اصل، متصل ہونا ہے کیونکہ متصل ہونا حقیقت اور منقطع ہونا مجاز کی دلیل ہے منقطع اس وقت جائز ہے جب ''الّا'' کو متصل پر حمل کرنا صحیح نہ ہو۔[۱۹]

ثانیاً: اشکال اس وقت پیش آتا ہے کہ ہم اجر کو مادی معنیٰ میں لے لیں جبکہ ہماری نظر میں اجر مجازی اور ظاہری معنی میں ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔[۲۰]

ثالثا: ممکن ہے یہ کہا جائے کہ خداوند عالم نے، دوسری آیات کے برعکس، رسول خدا کے لئے مودت اہل بیت کو اجر رسالت قرار دیا ہو اس صورت میں جس اعتراض سے بچنے کے لیے استثنائے متصل سے فرار ہونا چاہتے تھے وہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہو گا لہذا ضروری نہیں ہے ہم تکلفات کا شکار ہو جائیں اور توجیہ کرتے پھریں۔[۲۱]

مودّت

ابن منظور نے ابن سیدہ سے نقل کیا ہے: " الودُّ یعني الحبّ"، "ودّ" محبت کے معنٰی میں ہے۔[۲۲] اسی طرح اکثر اہل لغت نے "ودّ" اور "مودت" کو "محبت" کے مترادف قرار دیا ہے۔[۲۳] راغب اصفہانی کے مطابق "ودّ" کسی چیز سے محبت اور اسے حاصل کرنے کی آرزو کرنے کے معنی میں ہے۔[۲۴] قرآن مجید میں "وُدّ" اور اس کے مشتقات ۲۹ بار آئے ہیں۔

مودت و محبت میں فرق

اگرچہ اہل لغت نے مودت اور محبت کو ایک معنٰی میں لیا ہے لیکن ان دونوں میں ایک ظریف فرق موجود ہے۔ مودت اور محبت کے درمیان فرق کو ان صورتوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱. مودت اور محبت مترادف ہے۔
۲. مودت عام اور محبت خاص۔
۳. اس کے برعکس مودت خاص اور محبت عام۔
۴. مودت معلول اور محبت علت۔

صاحب "التحقیق في کلمات القرآن" کا کہنا ہے کہ "ودّ" کے مادہ میں کسی چیز کی طرف مائل ہونے کا معنٰی پوشیدہ ہے اور یہ محبت سے عام ہے جبکہ محبت میں شدید چاہت ہوتی ہے۔[۲۵]

آیۃ اللہ ہادی معرفت کا کہنا ہے مودت محبت کا معلول ہے یعنی محبت چاہت ہے اور مودت اس چاہت کا اظہار ہے۔ حق تو یہ ہے کہ آیت مودت فقطً چاہت کو نہیں چاہتی بلکہ اس سے بالاتر، اہل بیت کی ولایت اور ان کی اطاعت محض کا تقاضا کرتی ہے۔ جیسا کہ بعض روایات بھی اس مطلب کی تائید کرتی ہیں۔[۲۶]

یقترف

''یقترف''،اقتراف سے ہے اور اس کے معنی ''کسب کرنے'' کے ہیں۔اکتساب،عام ہے نیکی اور بدی دونوں کو شامل ہے [27] لیکن مذکورہ آیت میں لفظ''حسنۃ'' جو اس کے بعد میں ہے قرینہ ہے کہ یھاں ''اقتراف'' سے مراد نیکی ہے۔

حسنۃ

''حسنہ''،''سیئۃ'' کے مقابلے میں ہے لہذا اس کے معنٰی نیکی اور کار خیر کے ہیں۔پس حسنہ اس عمل کو کہا جاتاہے جس میں خدا کی خوشنودی شامل ہو۔[28]

شیعہ اور اہل سنت کی متعدد تفاسیر میں ''حسنہ'' کو ولایت اور مودت اہل بیت سے تعبیر کیا گیا۔جیسا کہ سدي سے نقل ہوا ہے:اقتراف الحسنة انها مودة في آل رسول الله [29] اقتراف حسنہ،مودت آل رسول خداہے اسی طرح ابن عباس سے نقل ہےو من یقترف حسنة ، اي المودة لآل محمد [30] ابن عباس نے ''حسنہ'' کو مودت آل محمد کے معنٰی میں لیا ہے علامہ بیضاوي اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و من یقترف حسنة اي من یکسب طاعة سیّما حبّ آل رسول الله کوئی حسنہ کو کسب کرے یعنی کوئی اطاعت کرے خصوصاً محبت آل رسول کسب کرے۔[31]

آیت مودت پر ایک نگاہ

آیت مودت سورہ مبارکہ شورٰی کی تیئیسویں آیت ہے اس سورہ کو شورٰی کے علاوہ ''حم عسق''، ''عسق''،''حم سق'' سے بھی یاد کیا جاتاہے۔[32]

اس سورہ کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عباس معتقد ہے کہ سورہ شوری کی چار آیات؛۲۳، ۳۸، ۳۹اور ۴۰ کے علاوہ باقی سب مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔[33] مگر آیت مودت کے بارے میں تمام شیعہ مفسرین متفق ہیں کہ یہ آیت مدنی ہے شیعہ مفسرین کے علاوہ اہل سنت کے مفسرین میں سے آلوسی، زمخشری، ابن ابي حیان اندلسی، ثعلبی، صاوی، ماوردی، مراغی، ابن عطیہ، اور قرطبّی کا نظریہ ہے کہ آیت مودت مدنی ہے۔ اہل سنت کے بعض مفسرین کہتے ہیں:هذه السورة مکیة الا اربع آیات منها نزلت بالمدینة اولها، قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى [34] سورہ شوری مکی ہے لیکن چار آیتیں مدنی ہیں ان میں سے پہلی آیت آیہ مودت ہے۔

سورہ شوریٰ اور آیت مودت کے مدنی یا مکی ہونے کی اہمیت اس لیے ہے کیونکہ اگر مدنی نہ ہونے کی صورت میں اہل بیت علیہم السلام سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ہوگا یوں اہل بیت علیہم السلام اس آیت کے مصداق نہیں رہیں گے۔ لیکن تمام شیعہ مفسرین اور اہل سنت علماء کی ایک بڑی تعداد نے بھی اس آیت کے مدنی ہونے کا اعتراف کیا ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی، ۲۶۰)[۳۵]، ماوردی بصری (متوفی، ۴۵۰).[۳۶]، احمد مصطفی مراغی (متوفی، ۴۵۰).[۳۷]، واحدی نیشابوری (متوفی، ۴۶۸).[۳۸]، جار اللہ زمخشری (متوفی، ۵۳۸).[۳۹]، ابی عبداللہ محمد بن احمد بن انصاری قرطبیؒ (م، ۶۷۱).[۴۰]، محب الدین طبری (متوفی، ۶۹۴).[۴۱]، ابی حیان (متوفی، ۷۴۵).[۴۲]، نور الدین ھیثمی (متوفی، ۸۰۷).[۴۳]، ابن حجر عسقلانی (متوفی، ۸۵۲).[۴۴]، ثعالبی مالکی (متوفی، ۸۷۵).[۴۵]، ابن حجر ھیتمی (متوفی، ۹۷۴).[۴۶]، عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی (متوفی، ۱۱۹۵).[۴۷]، عجیلی شافعی (متوفی، ۱۲۰۴).[۴۸]، محمد شوکانی (متوفی، ۱۲۵۰)[۴۹]، سید محمود آلوسی (متوفی، ۱۲۷۰)[۵۰]، قنوجی بخاری (متوفی، ۱۳۰۷)[۵۱]، خفاجی حنفی، (متوفی ۱۳۳۶)[۵۲] مؤمن بن حسن شبلنجی (ق ۱۳)[۵۳]، دکتر محمد علی الحاجی (معاصر).[۵۴]، فخر الدین قادری لکھنوی (معاصر).[۵۵]

شان نزول

شیعہ اور اہل سنت مفسرین نے آیت مودت کے متعدد شان نزول بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد انصار، رسول اسلام ﷺ کی خدمت میں آئے اور مال و ثروت کی پیشکش کی تو آیت نازل ہوئی اور "قربیٰ" کی مودت کو امت سے طلب کیا گیا۔ اس شان نزول کو شیعہ مفسرین کے علاوہ اہل سنت کے اکثر مفسرین نے بھی بیان کیا ہے۔[۵۶]

اہم نکات کی تفسیر

"القربیٰ" کا مصداق

ایک اہم سوال جو اس آیت کے بارے کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ "القربیٰ" کا مصداق یا اس کے مصادیق کون ہیں؟ اس آیت کی تفسیر میں شیعہ اور اہل سنت مفسرین کے درمیان سب سے زیادہ اختلاف "القربیٰ" کے مصداق کی تعیین کے بارے میں ہے۔ شیعہ مفسرین متعدد دلائل کی روشنی میں قائل ہیں کہ "القربیٰ" کے مصادیق اہل بیت پیغمبر علیہم السلام اور دوسرے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں۔

شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰)، سعید بن جبیر اور امام زین العابدین علیہ السلام کے فرمان کی تائید میں کہتے ہیں: الّا المودّۃ فی القربیٰ مودت قربی سے مراد اہل بیت اطہار علیہم السلام سے دوستی اور ان سے محبت کرنا ہے۔[۵۷] امین الاسلام طبرسی (متوفی ۶ صدی) آیت مودت کے بارے میں تین نظریے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ان میں سے ایک محبت اور مودت اہل بیت علیہم السلام ہے اور اس قول کی توثیق سعید بن جبیر، علی بن الحسین، امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کی روایت ہوتی ہے۔[۵۸] عظیم شیعہ مفسر علامہ محمد حسین طباطبائی (متوفی ۱۴۰۲) متعدد اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک قول اہل بیت سے مودت کرنا ہے اور اس قول کی تائید میں شیعہ اور اہل سنت کی بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہے۔[۵۹] جیسا کہ آیت کے الفاظ کی وضاحت میں کہا گیا کہ قربٰی سے مراد اہل بیت علیہم السلام ہیں اور دوسری بعض آیتیں جن میں ''ذوالقربیٰ'' آیا ہے اور ان کے ذیل میں جو روایات ہیں وہ بھی اس مطلب کی تائید کرتی

آیت مودت اور وجوب محبت اہل بیت علیہم السلام

وجوب محبت اہل بیت علیہم السلام کی سب سے اہم اور محکم دلیل آیہ مودت ہے جس میں صراحت کے ساتھ اہل بیت سے محبت کرنے کا حکم دینے کے ساتھ اسے اجر رسالت قرار دیا گیا ہے۔ اس بات پر تمام شیعہ حذف اور اہل سنت کے اکثر مفسرین متفق ہیں بلکہ اہل سنت کے بعض مفسرین نے یہاں تک کہا ہے کہ آیت سے مودت اہل بیت علیہم السلام کا تبادر ہوتا ہے۔[۶۱] یعنی جو چیز آیت سے سمجھ میں آتی ہے وہ اہل بیت علیہم السلام سے مودت ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور دیگر معصومین علیہم السلام کا فرمان بھی ہے کہ آیت مودت اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ان میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا مشہور خطبہ ہے جسے اہل سنت علماء نے بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: و انا من اهل البيت الذين افترض الله مودتهم علي كل مسلم میں اس اہل بیت علیہم السلام میں سے ہوں کہ جن کی مودت کو مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ خداوند نے فرمایا ہے: قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى[۶۲]

امام شافعی نے اس آیت کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے:

یا آلَ بیتِ رسولِ اللهِ حبکمُ فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي القُرآنِ أَنْزَلَهُ[۶۳]

اے اہل بیت رسول علیہم السلام خدا نے قرآن میں تمہاری محبت کو فرض کیا ہے۔

مودت اہل بیت علیہم السلام کے وجوب کا فلسفہ

ایک اور اہم سوال جو اس آیت کے ذیل میں کیا جاتا ہے کہ دوسرے انبیا کے برخلاف پیغمبر اسلام ﷺ نے امت سے اپنے اقربا کی محبت کو اجر رسالت کے عنوان سے کیوں طلب فرمایا؟ یہ اس لئے ہے کہ جب ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اسلام آخری دین اور اس کا نظام قیامت تک باقی رہے گا لہذا عقل اور منطق کا تقاضا ہے کہ اس نظام کو چلانے اور اس کی تفسیر کرنے والا کوئی ہو اور یہ مجری اور مفسر خود رسول کی طرح ہونا چاہئے تا کہ لوگ بغیر کسی شک و شبھہ کے اس کے کہے پر عمل کریں۔ وہ مفسر، رسول کی طرح حافظ اسلام اور محافظ رسالت ہونا چاہئے اور یہ اہل بیت کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟

اس ضمن میں علامہ طباطبائی لکھتے ہیں:

شیعہ اور اہل سنت سے متواتر روایتیں ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے قرآن، اصول اور فروع دین کو سمجھنے کے لئے لوگوں کو اہل بیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ جیسی روایات میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ محبت اہل بیت اجر رسالت قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ مودت اہل بیت علیہم السلام وسیلہ اور ذریعہ بن جائے کہ لوگ اہل بیت علیہم السلام کی طرف رجوع کریں اور ان کو دینی اور علمی مرجع قرار دیں۔[٦٤] مودت اہل بیت در حقیقت ولایت اہل بیت علیہم السلام کو قبول کرنے اور راہ رسالت کے جاری رہنے کا باعث ہے۔[٦٥]

آیت مودت کو اس آیت قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاء أَن يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً[٦٦] کے ساتھ رکھ کر دیکھیں تو واضح ہو گا کہ حقیقت میں مودت قربی رسالت کے مشن کو قائم اور دائم رکھنے کے لئے واجب کیا گیا ہے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مودت اہل بیت حقیقت میں اسی راہ الٰہی کے دوام اور بقا کا نام ہے چونکہ مودت اہل بیت، اطاعت اہل بیت کا ذریعہ ہے اس لئے کہ محبت کا قانون ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہو اسی کی اطاعت بھی کی جاتی ہے۔ لہذا محبت اور اطاعت میں ایک خاص رابطہ موجود ہے اور مطلق اطاعت، اہل بیت کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں ہے۔

آیت مودت اور اہل بیت کی افضلیت

مودت اہل بیت مطلقاً واجب ہے اور جس کی مودت مطلقاً واجب ہو وہ سب سے افضل ہوتا ہے اس بات کو ابن تیمیہ نے بھی تسلیم کیا ہے اور کہا ہے: لانّ وُجوبَ المُودّۃِ عَلی مِقْدَارِ الفَضْلِ فضیلت کے حساب

سے مودت واجب ہوتی ہے۔ پس مودت اہل بیت تمام مسلمانوں حتی ابن تیمیہ کے نزدیک بھی واجب ہے لہذا وہ سب سے افضل ہیں۔ ابن تیمیہ کے اعتراف کے مطابق امامت اور ولایت بھی فضیلت کی بنیاد پر ملتی ہے جناب عمر کے قتل کے بعد چھ رکنی کمیٹی اس لئے تشکیل پائی تھی کہ وہ مشخص کرے کہ اصحاب اور انصار میں سب سے افضل کون ہے ؟ ابن تیمیہ کے مطابق بھی افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا امام بننا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے: تَولِيَة المفضُوْل مَعَ وُجود الْأَفضَل ظُلم عَظِيْم[٦٧]

شیعہ علماء اور مفسرین آیت مودت کا اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہونے کو ان کی افضلیت پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

اَلحَمْدلله الذِيْ فَضلّنا

اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں افضل بنادیا۔[٦٨]

آیت مودت اور عصمت اہل بیت علیہم السلام

کسی قید و شرط کے بغیر کسی کی محبت کا واجب ہونا اس کی عصمت کی دلیل ہے اس نکتے کو واضح کرنے کے لئے فخر الدین رازی کے کلام پر اکتفا کرتے ہیں فخر رازی، آیت اولی الامر کی تفسیر کے ذیل میں کہتے ہیں: يَا أَيُّهَا الّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا الله وَأَطِيعُوا الرّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ اس آیت میں اولی الامر کی اطاعت کو (کسی قید کے بغیر) واجب قرار دیا گیا ہے اس سے اس کا معصوم ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ جس کی اطاعت کا حکم ہوا ہے اگر وہ معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ وہ کسی وقت گناہ کا بھی حکم دیدے اس وقت خطاکار کی اطاعت واجب ہو گی جبکہ قرآن نے خطاکار کی اطاعت سے منع کیا ہے اس بنا پر امر اور نہی کا جمع ہونا لازم آتا ہے جبکہ ایک فعل میں ایک ہی جہت سے امر اور نہی دونوں کا جمع ہونا ممنوع ہے۔ بنا برایں اس آیت کی روشنی میں اولی الامر کا معصوم ہونا شرط ہے۔[٦٩] آیت مودت میں بھی مودت اہل بیت کو بغیر کسی قید و شرط کے واجب قرار دیا گیا ہے لہذا جن کی محبت اس آیت کی روشنی میں واجب ہے انہیں معصوم ہونا چاہئے ورنہ ایک ہی فعل میں امر اور نہی کا جمع ہونا لازم آئے گا جو قرآن کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔[٧٠]

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آیہ مودت کی صراحت اہل بیت علیہم السلام کے معصوم ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مودت کا مطلقاً واجب ہونا مطلق عصمت کی دلیل ہے۔[٧١]

آیت مودت اور اطاعت اہل بیت علیہم السلام

مذکورہ آیت میں مودت اہل بیت کو اجر رسالت کے طور پر واجب قرار دیا گیا ہے تو ان دونوں میں تناسب ہونا چاہیئے رسالت کی عظمت کو مدنظر رکھ کر اجر رسالت پر غور کرے تو معلوم ہو گا کہ مودت اہل بیت کتنا اہم ہے لہذا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ خدا نے آیہ مودت میں ہم سے صرف اظہار محبت کا تقاضا کیا ہے۔ صرف اظہار محبت، عظمت رسالت کے شان کے برخلاف ہے اس لیے خدا مودت کے ضمن میں ہم سے اطاعت کا بھی مطالبہ کر رہا ہے کیونکہ محبت دراصل اطاعت میں منحصر ہے:

إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰه فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰه [۴۲]

آیت مودت اور اجر رسالت

ایک بنیادی نکتہ جو آیت مودت میں ہے وہ اہل بیت علیہم السلام کی مودت کو اجر رسالت قرار دینا ہے۔ اس لئے کہ حضور سے پہلے کے تمام انبیاء نے اجر رسالت کی نفی کی ہے سب نے یک زبان ہو کر کہا ہے: وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ میں تم لوگوں سے رسالت کے وظیفہ کی ادائیگی کے بدلے میں اجرت نہیں مانگتا ہوں ہمارا اجر تو صرف رب عالمین دے گا۔ [۴۳]

رسول خدا کے اجر رسالت کے بارے میں چار قسم کی آیتیں ہیں:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ [۴۴]

قُل لاَّ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِنْ هُوَ إِلاَّ ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ [۴۵]

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاء أَن يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً [۴۶]

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى [۴۷]

مذکورہ چار آیتوں کا خلاصہ یہ ہے:

- ❖ میں تبلیغ رسالت کی اجرت نہیں مانگتا۔
- ❖ قرآن صرف عالمین کے لئے ذکر اور نصیحت ہے۔
- ❖ میرا اجر رسالت، راہ خدا پر گامزن ہونا ہے۔
- ❖ اجر رسالت یہ ہے کہ میرے اقربا سے مودت کریں۔

صرف پہلی آیت میں اجر رسالت کی نفی ہوئی ہے باقی آیتوں میں ایک لحاظ سے اجر کا قائل ہوا ہے ان آیات کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن آیات میں اجر کی نفی کی گئی ہے ان میں اجر سے مراد اجر دنیوی اور مادی ہے اور باقی آیتوں میں کسی قسم کا تناقض اور ٹکراو نہیں ہے کیونکہ مودت اہل بیت حقیقت میں راہ خدا کو اخذ کرنا اور خدا کی طرف دعوت دینا ہے اس لئے کہ اہل بیت سے تمسک کئے بغیر حقیقی معنوں میں نظام اسلام اور آئین الٰہی پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے یہ نکتہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ جیسی صحیح السند روایتوں سے ثابت ہے۔ لہذا تمام مفسرین شیعہ بالاتفاق قائل ہیں کہ آیت مودت اجر رسالت ہے اور اہل سنت کے بہت سے مایہ ناز دانشوروں نے اس مطلب کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ فخر رازی نے لکھا ہے کہ "آیت کا ظاہر، مودت کا تقاضا کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے مودت اہل بیت علیہم السلام کو اجر رسالت کے عنوان سے طلب کیا ہے۔[۴۸]" اس کے علاوہ ابن حجر ہیتمی (متوفی ،۹۷۴)، احمد بن عبداللہ طبری (متوفی، ۶۹۴)اور قندوزی حنفی (متوفی، ۱۲۹۴)نے رسول خدا ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ مودت اہل بیت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے: "انّ اللہ جَعَل اَجْری عَلَیْکُم المُودۃ فیْ اَہل بَیْتی و انی سَائلکمْ عَنھُم غداً خداوند عالم نے میری رسالت کا اجر میرے قرابت داروں کی مودت کو قرار دیا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں سوال کروں گا۔[۴۹]

اب سوال یہ ہے خداوند عالم نے صرف مودت قربیٰ کو اجر رسالت کیوں قرار دیا ہے ؟اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام آخری دین ہے اور نظام اسلام نے قیامت تک باقی رہنا ہے پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوا ہے لیکن نبوت کی تعلیمات قیامت تک باقی رہیں گی ان تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو حضور کی مسند پر آکر لوگوں کے دینی اور علمی مسائل حل کریں وہ اہل بیت علیہم السلام ہیں خداوند قدوس نے ان کی مودت کو امت پر واجب کر کے امت کو اہل بیت کے ساتھ منسلک اور متمسک رکھنے کا ذریعہ فراہم کیا۔ کیونکہ خاندان رسالت قرآن کی عملی تصویر، حبل اللہ اور عروۃ الوثقیٰ ہے کوئی شخص بھی جب تک اس خاندان سے وابستہ نہیں ہوگا نجات سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

آیت مودت اور وحدت اسلامی

مسلمان ہمیشہ سے وحدت اور ہم آہنگی کے محتاج رہے ہیں اور خصوصاً اس وقت عالم اسلام کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہے اور سارے مسلمان راہ حل کی تلاش میں ہیں۔ ان مشکلات کا بہترین حل یہ ہے کہ سب قرآن اور اہل بیت کے دامن سے تمسک کریں اور اس کا بہترین ذریعہ مودت اہل بیت علیہم السلام ہے مودت

اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے لہذا محبت اہل بیت کو نقطہ اشتراک بنا کر شیعہ اور اہل سنت میں وحدت قائم کی جاسکتی ہے جو کہ ایک عظیم نعمت ہے اور اس طرز عمل کے تحت ہم عالم استکبار کی سازشوں سے بیخ کنی کر سکتے ہیں۔ بموالاتکم تمت الکلمة وعظمت النعمة و ائتلفت الفرقة اے اہل بیت کرام! آپ کی محبت سے امور کامل ہوتے ہیں، نعمتیں فراوان ہوتی ہے اور تفرقہ سے نجات ملتی ہے۔[۸۰] البتہ یہ واضح ہے کہ محبت کا فقط دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ محبت کا لازمہ اطاعت ہے لہذا مسلمانوں کو چاہئے اپنی زندگی کے تمام مراحل میں اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کریں کیونکہ اطاعت کے بغیر تنہا محبت کافی نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

تَعْصِي الإِله وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ   هذا محالٌ في القياس بديعُ
لَوْ كانَ حُبُّكَ صَادِقاً لأَطَعْتَهُ   إنّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

خدا کی نافرمانی کرتے ہو پھر اس سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہو جبکہ یہ تعجب آور اور محال ہے اگر تیری محبت سچی ہے تو اس کی اطاعت کرو کیونکہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔[۸۱]

مقالے کے اختتام پر ولی امر مسلمین حضرت آیۃ اللہ خامنہ ای مد ظلہ کے نورانی کلام کے چند کلمات ملاحظہ کیجئے تاکہ مقالے میں تشنگی کا احساس کم ہو جائے، آپ فرماتے ہیں:

اہل بیت کرام عالم اسلام کی اہم اور درجہ اول کی شخصیات میں سے ہیں اور ان سے محبت ایک ایسا فریضہ ہے جس پر عالم اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں۔ ہم جو اہل بیت کی پیروی پر فخر کرتے ہیں اور اصول اور فروع دین، دونوں کو انہی سے لیا ہے ہر گز یہ خیال نہ کریں کہ اہل بیت صرف ہمارے ہیں اور صرف ہم ان سے محبت کرتے ہیں! بلکہ اہل بیت علیہم السلام، اسلام اور عالم اسلام کے ہیں جس طرح ان کے جد امجد پورے عالم اسلام کے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ عالم اسلام، اہل بیت علیہم السلام سے مربوط دو محوروں پر جمع ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک محبت ہے جو ایک عاطفی اور عقیدتی مسئلہ ہے اور تمام فرقے اس مسئلے پر متفق ہیں۔ دوسرا ان کی مرجعیت علمی ہے۔ حدیث ثقلین کی روشنی میں قرآن کے ہم پلہ اور ہم پایہ ہونے کے لحاظ سے اسلامی تعلیمات کو اہل بیت علیہم السلام ہی سے اخذ کرنا چاہئے یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ ہم اہل بیت کے پرچم کو بلند کر کے ان دو محوروں پر عالم اسلام کو جمع کریں اس وقت یہ عظیم فرصت مسلمانوں، خصوصا مکتب اہل بیت کے اختیار میں ہے۔[۸۲]

خلاصہ اور جمع بندی

خلاصہ کلام کو درج ذیل نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔ شیعہ اور اہل سنت دونوں کے نزدیک محبت اور مودت اہل بیت علیہم السلام بالاتفاق واجب ہے۔

۲۔ شیعہ اور اہل سنت کے اکثر مفسرین اور دانشوروں کے نزدیک آیت مودت سے اہل بیت علیہم السلام کی مودت کا وجوب استفادہ ہوتا ہے۔

۳۔ شیعہ، مودت اہل بیت کو اجر رسالت کے عنوان سے واجب سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت مودت اہل بیت علیہم السلام کو اجر رسالت کے عنوان سے قبول نہیں کرتے۔

۴۔ قربیٰ سے مراد تمام شیعہ اور بعض اہل سنت کے نزدیک وہی اہل بیت ہیں جن کا ذکر آیت تطہیر میں ہوا ہے۔

۵۔ شیعہ مفسرین اور دوسرے دانشور، آیت مودت سے وجوب مودت، وجوب اطاعت اور اہلبیت علیہم السلام کی عصمت اور امامت کو ثابت کرتے ہیں۔

۶۔ بشریت کی دنیوی اور اخروی سعادت مودت اور اطاعت اہل بیت علیہم السلام میں مضمر ہے۔

۷۔ مودت اہل بیت علیہم السلام، مسلمانوں کے درمیان اتفاق اور وحدت قائم کرنے کا بہترین محور ہے۔

* * * * *

حوالہ جات

[1]۔ شوریٰ: ۲۳

[2]۔ ابن منظور، لسان العرب، بیروت: داراحیاء التراث العربی, ۱۴۰۸، ج۱۱، ص ۸۴

[3]۔ راغب اصفہانی، (ترجمہ و تحقیق: ڈاکٹر سید غلام رضا خسروی حسینی) مفردات الفاظ القرآن۔ تہران: انتشارت مرتضوی، ۱۳۶۹، ج ۳، ص ۱۵۸؛ قرشی، علی اکبر، قاموس القرآن، تہران: دارالکتب الاسلامیہ، چ یازدہم, ۱۳۷۲، ج۵-۶-۷، ص ۲۳۹

[4]۔ نوری، میرزا حسین، متدرک الوسایل، (قم: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ۱۴۰۸)، ج ۷، ص ۲۹۱؛ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار۔ بیروت: موسسہ الوفاء، چ دوم, ۱۴۰۳، ج ۲۹، ص ۱۹۵

[5]۔ نوری، میرزا حسین، متدرک الوسائل، ج۷ ص ۲۹۱,۲۹۲؛ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت: دارالمعرفہ، چ دوم، ۱۴۰۷، ج ۴، ص ۱۲۱؛ ابراہیم بن عمر بقاعی، النظم الدرر فی تناسب الایات و السور، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۵)، ج ۶، ص ۶۲۳؛ محمود آلوسی، روح المعانی، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱)، ج ۲۶، ۲۵؛ محمد علی صابونی، مختصر تفسیر ابن کثیر، (بیروت: دارالجیل، ۲۰۰۱م)، ج ۳، ص ۳۴۳؛ سعید حوی، الاساس فی التفسیر، (بیروت: دارالسلام، ۱۴۰۹)، ج ۹، ص ۵۱۰۰

[6]۔ راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن (دمشق: دارالقلم، بی تا)، ص ۹۶

[7]۔ احزاب: ۲۳

[8]۔ ابن منظور، لسان العرب، ج۱، ص، ۲۵۳

[9]۔ فوری، مبارک، تحفۃ الاحوزی، ج ۲ ص ۴۹۳

[10]۔ احزاب: ۳۳ و ہود: ۷۳

[11]۔ قصص: ۱۲

[12]۔ نیشابوری، حاکم، المستدرک الصحیحین، ج ۲، ص ۱۵۸، ح ۵۰۵۷

[13]۔ نیشاپوری، مسلم بن حجاج بن قشیری، صحیح مسلم، (بیروت: دارالفکر، بی تا) ج ۴، ص ۱۸۸۳، ح ۲۴۲۴؛ حاکم نیشابوری، المستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۹ ح ۴۷۰۷؛ ابن جریر طبری؛ حاکم حسکانی، شواہد التنزیل، ج ۲ ص ۵۶؛ محمد جریر طبری، الجامع البیان، ج ۱۲، جز ۲۲ ص ۶؛ مبارکفوری، تحفۃ الاخوذی فی شرح الترمذی، ج ۹، ص ۴۹

[14]۔ راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن ج ۱ ص ۲۴

[15]۔ عنکبوت: ۲۷

[16]۔ یوسف: ۵۸

[17]۔ حجر: ۳۰۔۳۱

[18]۔ ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴)، ج ۷ ص ۶۴؛ بغوی، معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۴۲۳)، ج ۴ ص ۱۲۶؛ نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، ج ۳، ص ۲۵۲

[19]۔ تستری، سید نوراللہ، احقاق الحق، (قم: منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ مرعشی نجفی)، ج ۲، ص ۲۲

[20]۔ جوادی، ذیشان حیدر، ترجمہ و تفسیر قرآن (اردو)، (قم: ناشر انصاریان)، ص ۱۰۰۴۔۱۰۰۵

[21]۔ طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر آلقرآن، ج ۱۸، ص ۶۶۔ ۶۷

[۲۲]۔ ابن منظور، لسان العرب ج،۱۵ص ۷ ۲۴، ۲۸۴

[۲۳]۔ فیومی، احمد بن محمد، المصباح المنیر ۲، اص ۲۵۳؛ محمد محی الدین، المختار من صحاح اللغۃ ص ۵۶۶؛ علی قرشی، قاموس القرآن، ج ۵ ،۷ ص ۱۹۲

[۲۴]۔ راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن ص، ۵۱۶؛ خسروی، ترجمہ مفردات الفاظ القرآن ج ۳ ص ۴۲۱

[۲۵]۔ مصطفوی، سن، التحقیق فی کلمات القرآن، (تہران: وزارت ارشاد اسلامی، ۱۳۷۱)، ج ۱۳-۱۴، ص ۶۴

[۲۶]۔ جیساکہ ایک روایت میں امام باقرعلیہ السلام فرماتے ہے :۔۔۔افترض اللہ مودتہم وولایتہم علی کل مسلم۔۔۔فقال فی کتابہ: قل لا اسئلکم۔۔۔؛ابن طاوس، الیقین، ص ۳۲۰؛اسی طرح ایک اور روایت ہے :الاقتراف التسلیم لنا والصدق علینا۔۔، اصول کافی، ج۱، ص۳۹۱؛اسی آیت کے ذیل امام باقرعلیہ السلام فرماتے ہیں: من یقترف حسنہ وہی اقرار الامامۃ۔۔۔ تفسیر القمی، ج ۲، ص۲۷۶

[۲۷]۔ زبیدی، محمد مرتضی (م، ۱۲۰۵)، تاج العروس، ج۶، ص ۲۲۰

[۲۸]۔ طباطبائی، محمد حسین، ترجمہ تفسیر المیزان ج ۱۸، ص ۶۸

[۲۹]۔ نیشاپوری، نظام الدین، تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان، (بیروت: دارالکتب العلمیہ بی تا)، ج۶، ص ۷۳ ــ ۷۴؛ نسفی، تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التاویل، ج ۳ ، ص ۲۵۲؛ محمد علی صاوی، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، (بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۲)، ص ۳۶؛ عجیلی شافعی، الفتوحات الٰہیہ ج ۷ ص ۵۴

[۳۰]۔ شیروانی، حیدر، مناقب اہل البیت، (قم: منشورات اسلامیہ، ۱۴۱۴)، ص ۸۲؛ محمد بیومی، السیدۃ الزہرا، (اصفہان: السفیر چ دوم ۱۴۱۸)، ص ۴۰؛ ابن بطریق، العمدۃ (قم: موسسہ نشر اسلامی ۱۴۰۷) ص ۵۵؛ محمد حسین طباطبایی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۱۸ ص ۵۲؛ قندوزی حنفی، ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۵؛ محمد طاہر قمی شیرازی، الاربعین فی امامۃ الائمہ الطاہرین (بی جا، ناشر محقق، ۱۴۱۸) ص ۳۷۴

[۳۱]۔ شیرازی بیضاوی، قاضی ناصرالدین محمد، انوار التنزیل واسرار التاویل (بیروت: دارالکتب العلمیۃ)، ج ۲، ۳۶۲

[۳۲]۔ آلوسی، محمود، تفسیر روح المعانی، ج ۲۵۔۲۶ ص ۱۶؛ قنوجی بخاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۰) ج ۶ ص ۱۸۱؛ مقاتل بن سلیمان (تحقیق، عبداللہ محمود شحاتہ) تفسیر مقاتل بن سلیمان (بیروت: داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۳) ج ۳ ص ۷۶۱؛ صاوی، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۵ ص

[۳۳]۔ ترجمہ مجمع البیان ج ۱۳ ص ۵۳

[۳۴]۔ آلوسی، محمود، تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ــ ۲۶ ص ۱۶؛ زمخشری، الکشاف، ج ۴ ص ۲۰۸؛ ابن عطیہ اندلسی، المحرز الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۲ھ)، ج ۵ ص ۲۵؛ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی، حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۲)، ج ۱۷ ص ۱۹۳؛ سعید حوی، الاساس فی التفسیر ج ۹ ص ۵۰۶۲؛ ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر ج ۷ ــ ۸ ص ۱۰۸؛ ابی حیان، تفسیر البحر المحیط، ج ۷ ص ۴۸۶؛ صاوی، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۵ ص ۱۸۶۱؛ عجیلی شافعی، الفتوحات الہیۃ، ج ۷ ص ۳۹؛ قنوجی بخاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۶ ص ۱۸۱؛ ثعالبی مالکی، تفسیر الثعالبی "جواہر الحسان فی تفسیر القرآن"، (بیروت: دارالاحیاء التراث العربی، ۱۴۱۸) ج ۳ ص ۱۲۱؛ تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۳ ص ۷۶۱؛ قرطبیؒ الجامع لاحکام القرآن، (بیروت: دارالاحیاء التراث العربی، ۱۴۱۶)، ج ۸ (جز، ۱۶) ص ۱؛ ماوردی، النکت والعیون "تفسیر الماوردی"، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ بی تا)، ج ۵ ص ۱۹۱

[۳۵]۔ معجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۲۷

[۳۶]۔ النکت والعیون، ج ۵، ص ۱۹۱

[۳۷]۔ تفسیر المراغی، ج۲۵۔۲۷ص ۱۳

[۳۸]۔اسباب النزول آلایات، ص۲۵۱

[۳۹]۔الکشاف، ج ۴ ،ص۲۰۸

[۴۰]۔الجامع لاحکام القرآن ج،۸ (جزء،۱۶) ص۱

[۴۱]۔ذخایر العقبی، ۳۳،۶۲

[۴۲]۔ تفسیر بحر المحیط، ج۷ ،ص۴۸۶

[۴۳]۔ مجمع الزواید، ج۱۰ ،ص۳۲

[۴۴]۔ فتح الباری فی شرح البخاری، ج۸ ،ص۴۲۵

[۴۵]۔ تفسیر الثعالبی، ج۳ ،ص۱۲۱

[۴۶]۔صواعق المحرقہ، ج ۲ ،ص۴۸۶

[۴۷]۔حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی، ج۱۷ ،ص ۱۹۳

[۴۸]۔الفتوحات الٰہیہ، ج۷ ،ص۳۹

[۴۹]۔فتح القدیر، ج۴۵ ،ص۶۲۹

[۵۰]۔ تفسیر روح المعانی، ج۲۵ – ۲۶،ص۱۶

[۵۱]۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن، ج۶ ،ص۱۸۱

[۵۲]۔ تفسیر آیۃ المودۃ، ص۲۵

[۵۳]۔نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۲۲۵

[۵۴]۔فضایل آل البیت فی میزان الشریعۃ، ص ۱۴۷

[۵۵]۔ تفسیر القادری، ص۶۵۸

[۵۶]۔قرطبیؒ، الجامع لاحکام القران ج۸ (جزء۱۶) ص ۲۴؛ ابن عطیہ اندلسی، المحرز الوجیز، ج۵ ص ۳۳–۳۴؛ فخر الدین قادری لکھنوی، تفسیر القادری، (پاکستان کراچی : شرکت جی،ایم، سعید، بی تا)، ص۶۵۸؛ ابن ابی حاتم (متوفی،۳۲۷) تفسیر القرآن العظیم، ج۱۰، ص۶۲۷۲؛ ماوردی بصری (متوفی، ۴۵۰) النکت والعیون ،ج۵، ص ۲۰۲؛ابن محمد بغوی (متوفی،۵۱۰) معالم التنزیل فی التفسیر والتأویل ج۵، ص۴۸؛ حاکم حسکانی (ق۵) شواہد التنزیل، ج۲۔ ص۱۳۸؛ جاراللہ زمخشری (۵ –متوفی،۵۳۸) الکشاف ،ج ۴، ص۲۱۹؛ابن عطیہ اندلسی (متوفی،۵۴۶) المحرز الوجیز ج ص ۳۴؛عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی (متوفی،۵۹۷)؛ تفسیر زاد المسیر، ج۴، ص۱۱۶۔؛فخر الدین رازی (متوفی، ۶۰۴) تفسیر الکبیر ومفاتح الغیب،ج ۱۴، ص۱۶۵۔؛ محمد بن احمد قرطبیؒ (متوفی، ۶۷۱) الجامع لاحکام القرآن، ج۱۶، ص ۲۴

[۵۷]۔ طوسی، شیخ ،البیان فی تفسیر القران، (بیروت : دارالاحیاء التراث العربی) ،ج۹، ص۱۵۸

[۵۸]۔ مجمع البیان فی تفسیر القران، ج۹، ص۴۸

[۵۹]۔المیزان ج۱۸، ص۶۶

[۶۰]۔ حسکانی، حاکم، شواہد التنزیل ج۱ ص۲۸۶؛ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، ج۶، ص ۱۷۴؛ سیوطی، الدر المنثور ج۳، ص۱۸۶؛ محمد بن علی شوکانی ، تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۲؛ حمد بن علی شوکانی، فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۲۴؛حاکم حسکانی، شواہد التنزیل، ج۱ ،ص۲۸۵؛ ی، الجامع لاحکام القرآن، ، ج ۲ ،ص ۱۴؛ مبارکفوری ، تحفۃ الاحوذی، ج ۴، ص۵۲۰؛ ودر فتح الباری، ج۸؛ بوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۲۴۷

[۶۱]۔ عینی، بدرالدین احمد، عمدہ القادری شرح النجاری، (بیروت: دارالفکر، ۱۴۲۲) ج ۱۳ص؛ ۲۹۳ کرمانی، الکواکب الداری فی شرح النجاری (بیروت: دارالفکر)، ج۸، ص۸۰

[۶۲]۔ رازی، فخر الدین، تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ج۲۷ – ۲۸ (۱۴)، ص۱۶۶؛ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص۱۲۱، بقاعی (۸۸۵)، النظم الدرر، ج۶ ، ص ۶۲۳؛آلوسی)، روح المعانی، ج۲۵–۲۶، ص ۴۴

[۶۳]۔ تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ج۲۷ – ۲۸، ص۱۶۶؛ تفسیر القرآن العظیم ج ۴ ، ص۱۲۱

[۶۴]۔المیزان، ج۱۸، ص۶۶

[۶۵]۔ تفسیر نمونہ، ج۲۰ص۴۰۶

[۶۶]۔فرقان (۲۵)آیہ ۵۷

[۶۷]۔ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، (بیروت: مکتبہ العلمیہ) ج (۳، ۴) ، ص۲۷۷؛ محب الدین طبری، الریاض النضرہ، باب خلافت ابو بکر، ج۱، ص۲۱۶

[۶۸]۔ مغربی، نعمان بن محمد، دعائم الاسلام، (بی جا، دارالمعارف، ۱۳۸۳)، ج۱ص۶۸

[۶۹]۔ رازی، فخر الدین، تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ج۱۰، ص ۱۴۴

[۷۰]۔ مجادلہ (۵۸)آیہ ۲۲

[۷۱]۔ حسینی میلانی، سید علی، مجلّہ تراثنا، ش۴۵، ص۱۱۰

[۷۲]۔آل عمران (۴)آیہ ۳۱

[۷۳]۔شعراء: ۱۸۰، ۱۴۵، ۱۲۷، ۱۰۹

[۷۴]۔ص: ۸۶

[۷۵]۔انعام: ۹۰

[۷۶]۔فرقان: ۵۷

[۷۷]۔شوری: ۲۳

[۷۸]۔رازی، فخر الدین، تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ج۲۷ – ۲۸، ص۱۶۶

[۷۹]۔ہیتمی، ابن حجر، الصواعق المحرقہ، ص۱۷۱؛احمد بن عبداللہ طبری، ذخائر العقبی، ص ۶۳

[۸۰]۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ (ناشر قم: جامعۃ المدرسین، ۱۴۱۴)، ج ۲، ص۶۱۶، شیخ طوسی، تہذیب الاحکام (ناشر قم: دارالکتب الاسلامیہ، چ ۴، ۱۳۶۲)، ج۶، ص۱۰۰

[۸۱]۔ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۱۳ص۳۷۹ و ج ۳۲ ص۴۶۹؛ابن طاوس، فلاح السایل ص۱۵۸، تفسیر القمی، ج۱ص۱۰۰؛ شہید مرتضی مطہری، جاذبہ و دافعہ علی، (ایران: انتشارات صدرا)، ص۶۶

[۸۲]۔ حدیث ولایت (رہبر معظم کے فرمائشات کا مجموعہ) ج۴ص۲۱۶

منابع وماخذ

۱. ابن منظور، لسان العرب، داراحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۸ء

۲. سیدغلام رضاخسروی حسینی، ڈاکٹر، [مترجم] مفردات الفاظ القرآن از راغب اصفہانی، انتشارت مرتضوی، تہران، ایران ۱۳۶۹

۳. میرزاحسین نوری، مستدرک الوسائل، موسسہ آل البیت لاحیاءالتراث، قم، ایران، ۱۴۰۸ء

۴. مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار. موسسہ الوفاء، بیروت لبنان، ۱۴۰۳ء

۵. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم.: دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ء

۶. سعید حوی، الاساس فی التفسیر، دارالسلام، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ء،

۷. مسلم بن حجاج بن قشیری نیشابوری، صحیح مسلم: دارالفکر، بیروت، لبنان

۸. [1]. ابن جوزی، زادالمسیر فی علم التفسیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۱۴ء

۹. سیدنوراللہ تستری، احقاق الحق، منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، قم، ایران، ت۔ن

۱۰. ذیشان حیدر جوادی، ترجمہ و تفسیر قرآن (اردو)، ناشر انصاریان، قم، ایران

۱۱. حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن، وزارت ارشاد اسلامی، تہران، ایران، ۱۳۷۱

۱۲. . نظام الدین نیشابوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ت۔ن

۱۳. محمد علی صاوی، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین: دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ء

۱۴. حیدر شیروانی، مناقب اہل البیت، منشورات اسلامیہ، قم، ایران، ۱۴۱۴ء

۱۵. قاضی ناصرالدین محمد شیرازی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ت۔ن

۱۶. قنوجی بخاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۲۰

۱۷. عبداللہ محمود شحاتہ، تفسیر مقاتل بن سلیمان، داراحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳

۱۸. ابن عطیہ اندلسی، المحرز الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۲۲

۱۹. عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی، حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی: دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۲۲

۲۰. عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی، حاشیہ القونوی علی تفسیر البیضاوی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۱۴۲۲

۲۱. قرطبیّ الجامع لاحکام القرآن: دارالاحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۶

۲۲. ماوردی "النکت والعیون" "تفسیر الماوردی"، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ت۔ن

۲۳. شیخ طوسی، البیان فی تفسیر القران: دارالاحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان، ت۔ن

۲۴. بدرالدین احمد عینی، عمدہ القادری شرح البخاری، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲

۲۵. کرمانی، الکواکب الداری فی شرح البخاری، دارالفکر، بیروت، لبنان، ت۔ن

۲۶. . ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ: مکتبۃ العلمیہ، بیروت، لبنان، ت۔ن

۲۷. علامہ حلی ، نہج الحق، : موسسہ دار الھجرۃ، قم، ایران، ت۔ن.

۲۸. [1]. علامہ حلی، منہاج الکرامۃ، موسسہ پژوھش و مطالعات عاشورا، قم، ایران، ۱۴۰۰ء

۲۹. نووی، صحیح مسلم بشرح النووی، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ء

۳۰. محمد اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۰۱،

۳۱. اسماعیل بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۸ء

۳۲. عبدالحسین امینی، الغدیر، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۷۹

۳۳. شیخ طوسی، تہذیب الاحکام، دار الکتب الاسلامیہ، قم، ایران، ۱۳۶۲

۳۴. شہید مرتضی مطہری، جاذبہ ودافعہ علی، انتشارات صدرا، قم، ایران، ت۔ن

۳۵. محمد بن حبان بن احمد، کتاب الثقات، موسسہ الکتب الثقافیہ، حیدر آباد کن، ہندوستان، ۱۳۹۳

۳۶. ابن عطیہ اندلسی، المحرز الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲